بیع اخیہ حتی یذر[۲]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آدمی کو بیچی ہوئی چیز کو کسی دوسرے آدمی کو بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ پہلا آدمی خود اس سے دستبردار ہو جائے۔

امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) نے مفردات میں لکھا ہے:

"یقال للبیع الشراء وللشراء البیع وذلک بحسب ما یتصور من الثمن والمثمن[۳]"

یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے معانی میں استعمال ہوتے ہیں اور یہ قیمت مبیع کے لحاظ سے ہوتا ہے۔

جیسے سورۃ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وشروه بثمن بخس دراهم معدودة[۴]"

یعنی انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چند درہموں میں فروخت کر ڈالا۔

لغت میں بیع و شرا کا معنی ہے۔

"مبادلة شيء بشيء[۵]"

یعنی ایک چیز کا دوسری چیز سے باہمی تبادلہ۔

اگرچہ وہ چیز مال حقیقی ہو یا نہ ہو۔ جیسے مذکورہ بالا آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے "شروہ" کا لفظ استعمال کیا گیا حالانکہ آپ آزاد انسان تھے اور آزاد انسان پر مال کا اطلاق نہیں ہو سکتا

بیع کا اصطلاحی مفہوم

فقہاء کرام نے بیع کی متعدد شرعی اصطلاحی تعریفیں کی ہیں جن میں سے چند ایک ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں:

۱۔ ابن قدامہ (م ۶۲۰ھ) کے نزدیک "مبادلة المال بالمال تمليكا وتملكا[۶]" یعنی ایک مال کے عوض دوسرے مال کا مالک بننا اور مالک بنانا بیع کہلاتا ہے۔

۲۔ شرح وقایہ میں ہے۔ "هو مبادلة المال بالمال[۷]" یعنی مال کا مال سے باہمی تبادلہ بیع ہوتا ہے۔

۳۔ علامہ عبداللہ بن احمد نسفی (م ۷۱۰ھ) نے بیع کی یہ تعریف کی ہے۔

"ھو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی"[۸]

یعنی بیع سے مراد باہمی رضامندی سے مال کا مال سے تبادلہ ہے۔

۴۔ علامہ علاؤالدین حصکفی (م ۱۰۸۸ھ) نے درمختار میں بیع کی یہ تعریف لکھی ہے۔

"مبادلۃ الشئ مرغوب فیہ بمثلہ"[۹]

ایک مرغوب چیز کا دوسری چیز سے تبادلہ بیع شرعی کہلاتا ہے۔

بیع میں باہمی رضامندی ایک بنیادی عنصر ہوتا ہے اس لحاظ سے بظاہر علامہ نسفی کی تعریف زیادہ جامع نظر آتی ہے۔

حکم کے لحاظ سے اقسام بیع

حکم کے اعتبار سے فقہ اسلامی میں بیع کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ بیع صحیح۔ ۲۔ بیع موقوف۔ ۳۔ بیع باطل۔ ۴۔ بیع فاسد[۱۰]

۱۔ بیع صحیح یا بیع نافذ اس بیع کو کہتے ہیں جس میں طرفین میں مال شرعی ہو۔ عاقدین (بائع و مشتری) عاقل (شرعی لحاظ سے اہل) ہوں اور دونوں اصالتاً یا وکالتاً بیع کریں[۱۱]

۲۔ بیع موقوف وہ بیع ہوتی ہے جس میں کوئی شخص کسی دوسرے کی چیز کو اسکی اجازت وولایت کے بغیر فروخت کر دے اس بیع میں جب تک اصل مالک کی اجازت و رضامندی حاصل نہ ہو اس وقت تک بیع نافذ نہیں ہوتی۔

۳۔ علامہ علاؤالدین حصکفی کے نزدیک بیع باطل وہ بیع ہے جس کے رکن (ایجاب و قبول) اور مبیع میں ہی خلل ہو جیسے آزاد انسان و خنزیر کی بیع، بیع باطل ہوگی[۱۳]

۴۔ بیع فاسد سے مراد وہ بیع ہے جس کے رکن اور مبیع میں خلل نہ ہو البتہ ایسے متعلقات میں خلل ہو جو عقد بیع کے قائم ہونے میں ضروری نہیں ہوتے جیسے کسی چیز کی فروخت میں کوئی غیر ضروری شرط لگا دینا یا قیمت کا تعین نہ کرنا[۱۴] وغیرہ

بیع باطل و بیع فاسد میں فرق

فساد لغت میں صلاح کا متضاد ہے جس کا معنی ہے وصف کا متغیر ہو جانا، بگڑ جانا اور خراب ہو جانا۔

امام طحاوی (م ۳۲۱ھ) کے نزدیک جو چیز بیع کے رکن میں خلل پیدا کرے وہ بیع باطل ہے اور جو رکن کے علاوہ دیگر امور میں خلل پیدا کرے وہ بیع فاسد ہے[۱۵] ہر بیع باطل بیع فاسد ہوتی ہے لیکن ہر بیع فاسد بیع باطل نہیں ہوتی۔ بیع باطل بنیادی طور پر منعقد ہی نہیں ہوتی جب کہ بیع فاسد میں اگر اس کی وجہ فساد دور کی جائے تو بیع درست ہو جاتی ہے۔

بیع فاسد کی اہم صورتیں فقہاء کرام نے کسی بیع کے فاسد ہونے کی متعدد صورتیں تحریر کی ہیں ان میں سے اہم اور بنیادی صورتوں پر بحث کی جاتی ہے۔

اول۔ حرمت عوضین علامہ مرغینانی (م ۵۹۳ھ) نے بیع فاسد کی پہلی صورت یہ تحریر کی ہے:

"اذا كان احد العوضين او كلاهما محرما فالبيع فاسد"[۱۶]

عوضین میں سے جب کوئی ایک یا دونوں حرام اشیاء ہوں تو بیع فاسد ہوگی جیسے مردار، خون، شراب اور خنزیر کی بیع و شراء یا ان کے عوض کسی اور چیز کی خرید و فروخت کرنا۔

یہ صورت درحقیقت بیع باطل کی ہے چونکہ ہر بیع باطل بیع فاسد ہوتی ہے اس لیے اس کو بیع فاسد ہی کی صورت قرار دیا گیا ہے۔

اسلام میں جن اشیاء کو مسلمانوں کے لیے حرام قرار دیا گیا ہے ان کے عوض کسی چیز کی بیع و شراء نہیں ہو سکتی۔ اگر ہو تو بیع فاسد ہوگی۔

اسی اصول کی روشنی میں مردار کی کھال خشک کرنے یا دباغت سے پہلے فروخت کرنا بھی بیع فاسد قرار دیا گیا ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

"لا يبيع جلود الميتة قبل ان تدبغ"[۱۷]

دباغت (کھال کی رطوبت کسی طریقے سے دور کرنا یا اسے رنگنا) سے پہلے مردار کی کھال کی بیع درست نہیں اور اس کی بیع فاسد ہوگی۔

چونکہ عصر حاضر میں مردار کی کھالیں قبل از دباغت ہی فروخت ہوتی ہیں اس لیے اس مسئلہ پر

قدرے تفصیل سے تبصرہ کیا جاتا ہے۔

کتب احادیث وفقہ کی روشنی میں یہ بات مسلّمہ نظر آتی ہے۔ کہ شریعت اسلامیہ میں محرمات تین طرح کی ہوتی ہیں۔

۱۔ حرام لعینہٖ۔

۲۔ حرام لغیرہٖ۔

۳۔ حرام لکرامۃ۔

حرام لعینہٖ سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کو اسلام نے نجس عین ہونے کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے اور اُن کا کوئی جزء کسی بھی طریقے سے پاک نہیں ہو سکتا جیسے خنزیر اور خمر (شراب) وغیرہ۔

حرام لغیرہٖ سے مراد وہ اشیاء ہیں جو فی نفسہٖ حرام نہیں ہیں البتہ انہیں کسی وجہ سے نجس یا حرام قرار دیا گیا ہو۔ جیسے مردار یعنی وہ جانور جسے شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو۔ وہ ایسے ہی مرجائے یا اسے مار دیا گیا ہو حرام لکرامۃ سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کی عزت و احترام کی بنا پر اسے حرام قرار دیا گیا ہو جیسے انسان یا انسان کا خون یا کوئی اور عضو فروخت کرنا۔

حرام لعینہٖ چیز کے تبادلہ میں کیا گیا معاہدہ بیع کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہوگا جب کہ حرام لغیرہٖ کے بعض حصّوں کے بدلے اشیاء کی بیع ہو سکتی ہے۔

قبل از دباغت مردار کی کھال کی بیع جو حرام لغیرہٖ کی ایک صورت ہے کو فقہاء کرام نے بیع فاسد قرار دیا ہے۔ اس کی بنیاد چند احادیث پر رکھی گئی ہے جو کہ ذیل میں تحریر کی جاتی ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایما اھاب دبغ فقد طھر"[۸] ہر چمڑہ دباغت کے بعد پاک ہوتا ہے۔

۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ان یستمتع بجلود المیتۃ اذا دبغت"[۹]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردار کی کھالوں سے دباغت کے بعد فائدہ اٹھاؤ۔

۴ - ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
" لا تنتفعوا من المیتۃ باھاب "[۱۹]
یعنی مردار کی کھال سے نفع نہ اٹھاؤ۔
یہ وہ احادیث ہیں جن کی بنا پر فقہاء مردار کی کھال کی بیع دباغت سے قبل بیع فاسد قرار دیتے ہیں۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان احادیث میں مردار کی کھال سے انتفاع کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ ان احادیث کا پس منظر یہ ہے کہ عرب میں لوگ مردار کی کھالوں کو دباغت سے قبل ہی اپنے استعمال میں لے آتے تھے۔ جیسے پانی کے لیے مشک بنانا یا خشک اشیاء رکھنے کے لیے تھیلے بنانا وغیرہ۔

چونکہ اس طرح کی کھال ناپاک ہوتی ہے اور جو چیز بھی اس سے لگ جائے وہ بھی ناپاک ہو جاتی ہے۔ اس لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کا نفع لینے سے منع فرما دیا اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تم اس کو فروخت نہیں کر سکتے اس لیے کہ کئی احادیث ایسی ہیں جن سے قبل از دباغت مردار کی جلد فروخت کرنے کا اشارہ ملتا ہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک بکری مر گئی آپؐ نے اس کو دیکھ کر فرمایا:

ھل استمتعتم باھابھا قالوا انھا میتۃ قال انما حرم اکلھا[۲۱]

تم اس کے چمڑے سے کیوں فائدہ حاصل نہیں کرتے صحابہ نے کہا یہ مردار ہے آپؐ نے فرمایا اس کا صرف کھانا حرام ہے۔ چونکہ " انما " کلمہ حصر ہے اس لیے اسی حدیث کے پیش نظر امام زہریؒ اور امام بخاریؒ مردار کی کھال کی بیع قبل از دباغت بھی جائز قرار دیتے ہیں[۲۲]

ایک اور حدیث میں جسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے امام دارقطنی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
" الا کل شئ من المیتۃ حلال الا ما اکل فاما الجلد والشعر

"والقرن والصوف والسن والعظم فكله حلال"[۲۳]
خبردار کھال کے علاوہ مردار کی جلد، بال، سینگ، اون، دانت اور ہڈی یہ سب حلال ہیں۔

ان احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قبل از دباغت مردار کی کھال اور مذکورہ اشیاء کی بیع فاسد نہیں ہوگی۔ البتہ اسے اپنے استعمال میں لانا دباغت کے بعد ہی جائز ہوگا۔

حرمت عوضین ہی کے اصول پر بعض فقہاء کتے کی بیع بھی بیع فاسد قرار دیتے ہیں اس کی بنیاد وہ حدیث ہے جو حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ثمن الکلب خبیث"[۲۴] کتے کی قیمت خبیث ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض فقہاء کے نزدیک شکاری وحفاظتی کتوں کی بیع فاسد نہیں ہوگی کیونکہ احادیث میں شکاری وحفاظتی کتوں کا پالنا جائز قرار دیا گیا ہے۔

آج کل انہی مقاصد کے پیش نظر لوگ کتوں کی خرید وفروخت کرتے ہیں جو کہ بیع فاسد نہیں ہوگا۔

عدم ملکیت

بیع فاسد کی دوسری صورت یہ ہے کہ بائع اس چیز کو فروخت کرے جو اس کی ملکیت نہ ہو۔ جیسے شکار سے قبل پانی میں مچھلی فروخت کرنا شرح وقایہ میں ہے جو مچھلی ابھی شکار نہ ہوئی ہو اس کی بیع وشرا فاسد ہوگی۔[۲۶]

اس بیع کے فاسد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فروخت کے وقت مبیع بائع کی ملکیت میں نہیں ہوتا۔

اس بیع کی یہ صورتیں فاسد ہوں گی۔ جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ اب جو مچھلی میرے جال میں آئے اس کی قیمت بیس روپے ہوگی یا یہ کہے کہ یہ جانور جو فضا میں اڑ رہا ہے میں تجھے پچاس روپے میں فروخت کرتا ہوں۔

اس طرح کی تمام صورتیں عدم ملکیت کی بنا پر بیع فاسد ہوں گی۔

دورِ حاضر میں سمندری علاقے میں مچھلیوں کے ٹھیکے میں بظاہر ایسی ہی صورت نظر آتی ہے لیکن

اگر عمیق نظر سے دیکھا جائے تو اس میں کچھ فرق محسوس ہوتا ہے۔

جس طرح جانور کے تھنوں میں دودھ کی فروخت کو بھی بعض فقہاء نے بیع فاسد قرار دیا ہے لیکن بعض کے نزدیک اگر دودھ کا اندازہ ہو جائے تو اس اندازے کے مطابق تھنوں میں دودھ کی فروخت بیع فاسد نہیں ہوگی[27]

اسی طرح سمندر کا مخصوص علاقہ جس میں مچھلیوں کی فروخت ٹھیکے پر دی جاتی ہے یہ بھی تخمینے ہی کی ایک صورت ہوتی ہے۔

امام ابو یوسف بھی پانی میں مچھلیوں کی فروخت کو نا جائز سمجھتے ہیں[28]۔ آپ نے مچھلیوں کی فروخت کی یہ صورت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس قول کے مطابق بیع فاسد قرار دی ہے ابن ہمام (م ۸۶۱ھ) نے فتح القدیر میں اس طرح نقل کیا ہے۔

"لا تبایعوا السمک فی الماء فانہ غرر"[29]

یعنی مچھلیوں کو پانی میں فروخت نہ کرو اس لیے کہ اس میں دھوکہ ہوتا ہے۔

اس قول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دھوکے والی بیع بیع فاسد ہوگی اگر دھوکہ نہ ہو تو بیع درست ہوگی اس وجہ سے امام ابو یوسف نے چھوٹے نالاوں میں مچھلی شکار سے پہلے فروخت کرنا جائز قرار دیا ہے۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت امام ابو حنیفہ نے حماد سے روایت کرتے ہوئے امام ابو یوسف کو بیان کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے پوچھا گیا کہ جنگلی جھاڑی میں پائے جانے والے شکار کی بابت آپ کی کیا رائے ہے تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں[30]

اسی طرح حسن بن عمارہ کا یہ قول بھی کتاب الخراج میں امام ابو یوسف نے نقل کیا کہ اگر تم نے شکار کو اس حالت میں خریدا جب وہ گھیرے میں آچکا ہو اور اس میں سے بعض جانوروں کو تم نے دیکھ لیا ہو تو اس کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں[31]

بہر حال عدم ملکیت کی صورت میں ایسی اشیاء کی فروخت بیع فاسد ہوگی جن میں عدم قدرت کی وجہ سے مشتری کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور جہاں مشتری کو قدرت بھی حاصل ہو اور نقصان کا بھی اندیشہ نہ ہو تو وہ بیع فاسد نہ ہوگی۔

سمندری ٹھیکہ میں یہ دونوں باتیں ہوتی ہیں اس سے یہ ٹھیکہ بیع فاسد نہیں ہوگا۔
عدم ملکیت کی ایک اور صورت جو آج کل مروج ہے یہ ہے کہ ایک چیز ایک گودام میں موجود ہوتی ہے اور بغیر قبضہ کیئے کئی ہاتھوں فروخت ہوجاتی ہے۔ یہ بیع بھی بیع فاسد نہیں ہوگی اس لیے کہ جب کوئی شخص کسی چیز کا سودا کرتا ہے اور فریقین رضا مندی کا اظہار کردیں تو مادی قبضہ نہ بھی ہو تو اصلی و قانونی قبضہ تو ہوجاتا ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ مادی قبضہ کرنا چاہیے تو وہ قانونی طور پر مجاز ہے اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ مبیع خواہ کسی جگہ موجود ہو۔

شئے کا معدوم یا موہوم ہونا

بیع فاسد کی تیسری صورت یہ ہے کہ اس چیز کی بیع کیجائے جس کا وجود اس دنیا میں ابھی نہ ہو۔ جیسے حمل کے دوران جانور کے بچے کی بیع اس کی بنیاد وہ حدیث ہے جو سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔
"نھی عن بیع حبل الجبلۃ"[۳۲] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت حمل میں بچے کی فروخت کو منع فرمایا ہے۔
اس طرح ایک اور حدیث میں جسے حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ و دادا سے روایت کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"لا یحل بیع ما لیس عندک"[۳۳]
یعنی اس مال کی بیع جائز نہیں جو آپ کے پاس نہیں ہے۔
ان احادیث کی روشنی میں معدوم مال کی فروخت جائز نہیں اور اگر بیع ہوگی تو وہ بیع فاسد ہوگی۔
عصر حاضر میں کئی معاملات بیع ایسے ہوتے ہیں جن میں اموال معدوم ہوتے ہیں لیکن ان کی بیع شرا ہوتی ہے۔ جیسے فیکٹری میں ابھی مال تیار نہیں ہوتا لیکن اس کی فروخت کا سلسلہ پہلے ہی شروع کردیا جاتا ہے۔ یہ بھی یقین نہیں ہوتا کہ آیا فیکٹری اتنا کام کرے گی بھی یا نہیں۔
بہرحال اس مسئلے کو اس پہلو سے دیکھا جاسکتا ہے کہ معدوم یا موہوم مال جو ابھی فیکٹری میں تیار نہیں ہوا ہوتا کیا اس کی فروخت میں غرر کا اندیشہ تو نہیں۔

چونکہ اس مال کی فروخت کی صرف ایڈوانس بکنگ ہوتی ہے اور اگر بروقت شئے نہ ملے تو بائع اصل رقم مشتری کو لوٹانے کا ذمہ دار ہوتا ہے اس لیے اس میں غرر کا اندیشہ نہیں ہوتا مزید یہ کہ مکمل بیع تو اسی وقت ہوتی ہے جب چیز بائع کے پاس آتی ہے اور مکمل رقم کی ادائیگی بھی شئے کے وجود کے بعد ہی ہوتی ہے اس لیے یہ بیع فاسد نہیں ہوگی۔

یہی بات اعلیٰ النسل کے جانوروں کے بچوں کی ہوتی ہے کہ ابھی بچے کی پیدائش نہیں ہوتی لیکن اس کی بھی ایڈوانس بکنگ ہوجاتی ہے لہٰذا اس بیع کی یہ صورت درست ہوگی البتہ اگر مکمل معاہدہ بیع بچے کی پیدائش سے پہلے ہو تو یہ بیع فاسد ہوگی۔

اموال معدوم کی ایک اور مروجہ صورت یہ ہے کہ کئی منزلوں پر مشتمل پلازے اور رہائشی فلیٹس تعمیر ہوتے ہیں اسی طرح اگر دو منزلہ فلیٹس ہوں اور دوسری منزل کا مکان کسی وجہ سے گر جائے تو اب کیا مالک حق ملکیت کو فروخت کر سکتا ہے بعض فقہاء اسے بھی بیع فاسد قرار دیتے ہیں اس لیے کہ حق ملکیت کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔

اس صورت کو بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو بائع جو اپنا حق ملکیت فروخت کر رہا ہے اگرچہ اس کا عملی طور پر وجود نہیں لیکن اس حق ملکیت کا دستاویزی ریکارڈ تو اس کے پاس ہوتا ہے جس بنا پر وہ جب چاہے اپنا مکان تعمیر کر سکتا ہے اور پھر اس میں غرر کا بھی اندیشہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس دستاویزی حقِ ملکیت کی بیع بھی بیع فاسد نہیں ہوگی۔

عدم ذکر ثمن

بیع فاسد کی ایک صورت یہ ہے کہ معاہدہ بیع کے وقت قیمت کا ذکر نہ کیا جائے [۳۴] جیسے بائع کہے کہ میں نے فلاں گھوڑا فروخت کیا مشتری کہے کہ میں نے اُسے خریدا اور قیمت کا ذکر نہ ہو۔ تو یہ بیع بیع فاسد ہوگی۔

ایک وقت میں دو سودے کرنا

بعض فقہاء کے نزدیک ایک وقت میں دو سودے کرنا بھی بیع فاسد ہے اس کی بنیاد وہ حدیث قرار دی جاتی ہے جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعة" [۳۵]

یعنی ایک بیع میں دو بیع کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

بقول امام مزنی (م ۲۶۴ھ) امام شافعی کے نزدیک اس کی یہ دو صورتیں ہیں۔

۱۔ فروخت کے وقت بائع کہے کہ میں نے یہ گائے تمہیں چھ ہزار روپے میں فروخت کی لیکن تمہیں بھی اپنی بھینس مجھے سات ہزار روپے میں فروخت کرنا ہوگی۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک ہی چیز کو نقد اور ادھار کی صورت میں الگ الگ نرخ پر فروخت کرنا جیسے ہمارے ہاں عموماً ہوتا ہے[۳۶]

احناف کے نزدیک اس حدیث کی عملی صورت یہ ہے۔ کہ کسی مال کو اس شرط پر فروخت کرنا کہ مشتری اس چیز کے دام نقد کی صورت میں ایک ہزار روپے اور اُدھار پر تیرہ سو روپے ادا کرے۔ خریدار بغیر کچھ کہے مال اٹھائے تو یہ بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس صورت میں معاہدہ بیع کے وقت قیمت کا تعین مشتری کی طرف سے نہیں کیا گیا البتہ اگر اس صورت میں مشتری اپنے فیصلے کے اظہار کے بعد کسی ایک رقم کی ادائیگی پر تیار ہو جائے تو بیع فاسد نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس صورت میں مشتری کو سوچنے کی مہلت دی گئی اور مہلت کے بعد معاہدہ بیع مکمل ہوا[۳۷]

اسی طرح آج کل جو اشیاء اقساط پر فروخت کی جاتی ہیں ان کی بیع بھی بیع فاسد نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں بھی مشتری اپنی رضامندی کے ساتھ معاہدہ بیع کی تکمیل کرتا ہے[۱]

شروط فاسدہ

شروط فاسدہ کے ساتھ کیا گیا معاہدہ بیع، بیع فاسد کہلاتا ہے۔ شروط فاسدہ سے مراد وہ شرائط ہیں جن سے کوئی بیع فاسد ہو جاتی ہے۔

یہ شرائط تین طرح کی ہوتی ہیں۔

۱۔ عقد میں

۲۔ مبیع یا معقود علیہ میں (فروخت شدہ چیز میں)

۳۔ عاقدین (بائع مشتری) میں[۳۸]

عقد میں شرط لگانے سے مراد یہ ہے کہ معاہدہ بیع کی تکمیل میں کوئی شرط عائد کر دی جائے جیسے بائع مشتری سے کہے کہ میں یہ گھوڑا تمہارے ہاتھ اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ تم اپنا اونٹ مجھے فروخت کر دو یا تم یہ خریدا ہوا جانور آگے فروخت نہیں کرو گے۔

مبیع میں شرط لگانا یہ ہوتا ہے کہ جو چیز فروخت کی جا رہی ہو اس میں کوئی شرط عائد کی جائے

---

[۱] اگر اقساط کی ادائیگی میں مبیعہ کی قیمت مارکیٹ ریٹ سے زیادہ ہو تو زیادتی سُود کی صورت بنے گی اور سُود حرام ہے اس لیے عوضین میں ایک چیز حرام ہوگئی۔ لہٰذا یہ بیع بدیہا فاسد ہوگی۔

جیسے کوئی شخص ایک کنال زمین اس شرط پر فروخت کرے کہ مشتری بعد از خرید اُسے فلاں مسجد کو وقف کر دے۔

عاقدین کی شرط سے یہ مراد ہے کہ بائع و مشتری آپس میں کوئی ایسی شرط لگائیں جیسے بائع یہ کہے کہ میں اس بکری کو اس شرط پر تمہارے ہاتھ فروخت کرتا ہوں کہ بعد از فروخت وہ بکری مجھے ہبہ کر دو۔ ۲۳

بیع میں ایسی شرائط لگانا احادیث نبویہ میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

"نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن بيع وشرط"[۳۹]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع و شرط سے منع فرمایا۔

ایک اور حدیث جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما كان من شرط ليس في كتاب الله فهو باطل وان كان مائة شرط[۴۰]

معاہدہ بیع میں جو شرط قرآن مجید کے مطابق نہ ہو اس کا لگانا باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ معاہدہ بیع میں شرائط کا لگانا بیع کو فاسد کر دیتا ہے۔ فقہاء کرام نے کتب احادیث میں مذکور تمام احادیث کا جائزہ لینے کے بعد شرائط بیع کے متعلق چند اصول وضع کیے ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کونسی شرائط بیع کو فاسد کرتی ہیں اور کونسی نہیں۔

پہلا اصول

پہلا اصول یہ ہے کہ وہ شرط بیع کو فاسد کرتی ہے جس کا تقاضا معاملہ عقد نہ کرے یعنی جب تک اس معاملے میں اس شرط کا ذکر نہ کیا جائے اس کو شرط معاملہ نہ سمجھا جائے۔

عقد بیع جن امور کا تقاضا کرتا ہے وہ یہ ہیں کہ معاہدہ بیع کی تکمیل کے بعد مال مشتری کو سپرد کرنا اور مشتری کا قیمت ادا کرنا اب اگر معاہدہ بیع کے وقت فروخت شدہ شئے مشتری کے حوالے کرنا اور قیمت کی ادائیگی کی شرط کی گئی ہو تو یہ شرط عقد بیع کا تقاضا ہے۔ اس شرط سے بیع فاسد نہیں ہوگی۔

وہ شرط جو عقد کے متقاضی نہیں جیسے بائع کہے کہ میں اس گھر کو اس شرط پر فروخت کرتا ہوں کہ مشتری مجھے ایک ہزار روپے قرض دے اب یہ شرط معاہدہ بیع کی تکمیل کا تقاضا نہیں کرتی۔ اگر کوئی ایسی شرط لگائے گا تو وہ بیع فاسد ہوگی۔

دوسرا اصول دوسرا اصول یہ ہے کہ وہ شرط معاملہ کے مناسب حال نہ ہو یعنی اگر وہ شرط معاملہ کے مناسب حال ہو اگرچہ متقاضی نہ ہو تو بھی معاملہ درست سمجھا جائے گا۔ شرط کے مناسب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شرط ان امور کی تائید کرتی ہو جو معاہدہ بیع ہونے کے بعد واجب ہو جاتے ہیں جیسے بائع اگر کوئی چیز ادھار فروخت کرے تو مشتری سے ضامن پیش کرنے کی شرط عائد کرنا۔ چونکہ یہ شرط عقد بیع سے واجب ہونے والی بات (ادائیگی قیمت) کی تائید کرتی ہے اس لیے یہ شرط جائز ہوگی اور ایسی شرط لگانے سے بیع فاسد نہیں ہوگی۔ البتہ اگر کسی نے اس شرط پر مکان فروخت کیا کہ فلاں کی اجازت کے بغیر اس مکان کو فروخت نہ کرے یا اس شرط پر کہ وہ اس مکان کو گرائے گا نہیں یا گرانے کے بعد فلاں کی اجازت پر مکان بنائے گا تو یہ شرط معاملہ کے مناسب حال نہ ہونے کی بنا پر بیع کو فاسد کر دے گی۔

تیسرا اصول تیسرا اصول یہ کہ وہ شرط جس پر بیع کی جائے شرعاً جائز ہو اگرچہ وہ شرط مقتضیات عقد یا عقد کے مناسبات میں سے نہ ہو جیسے خیار رویت (اختیار رد و قبول) یا خیار شرط (میعاد کی شرط) یا ایسی شرط جو اس قسم کے سودوں میں بالعموم شرعاً ہوا کرتی ہے جیسے کسی نے کوئی موٹر کار خریدی اور یہ شرط لگائی کہ اس کا فلاں نقص درست کرایا جائے تو یہ شرط درست ہوگی[۱]

چوتھا اصول چوتھا اصول یہ ہے کہ فریقین معاملہ میں سے کسی کا اس شرط کے لگانے سے کچھ فائدہ ہو۔ تو معاملہ فاسد ہوگا جیسے بائع یہ کہے کہ میں اس شرط پر یہ بکری تمہارے ہاتھ فروخت کرتا ہوں کہ بعد از فروخت تم یہ بکری مجھے صدقہ میں دیدو تو یہ شرط فاسد ہوگی کیونکہ اس میں بائع کا فائدہ ہے۔

البتہ اگر کسی شرط سے فریقین معاہدہ کو کوئی فائدہ نہ ہو تو بیع فاسد نہ ہوگی اگرچہ معاملہ

بیع اس شرط کا متقاضی نہ ہو یا اس کے مناسب حال نہ ہو یا کوئی امر شرعی نہ ہو یا عام دستور کے مطابق نہ ہو۔ اگر شرط میں کسی ایک کا نقصان نہ ہو تو بیع درست ہوگی لیکن شرط باطل ہوگی[۴۲]

یہ وہ اصول ہیں جن پر ہر ایسی شرط کو پرکھا جا سکتا ہے جو بیع کو فاسد کرتی ہے یا نہیں کرتی۔ بہر حال ان مذکورہ صورتوں کے علاوہ بھی متعدد بیع فاسد کی صورتیں کتب فقہ میں بیان کی گئی ہیں۔ طوالت مضمون کے خوف سے ان اہم صورتوں کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حکم بیع فاسد

اگر بائع و مشتری معاہدہ بیع فاسد کر لیں تو شرعی طور پر اس بیع کو فسخ کرنا ان پر واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر دونوں اس بیع کو فسخ نہ کریں اگر حکومت کے با اختیار افسران کو اس بیع کے متعلق علم ہو جائے تو ان پر اس بیع کو فسخ کرنا ضروری ہے خواہ جبراً ہو یا صلح سے ہو۔ اس طرح بیع فاسد کا ارتکاب فوجداری کیس ہوتا ہے درمختار میں ہے۔

"یجب علی کل واحد منهما فسخه قبل القبض او بعده .... واذا اصر علی امساکه وعلم به القاضی فله فسخه جبراً علیهما"[۴۳]

بائع و مشتری پر واجب ہے کہ وہ قبضہ سے پہلے یا قبضہ کے بعد اس بیع کو ختم کر دیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں اور قاضی کو اس بات کا علم ہو جائے تو قاضی کو چاہیے کہ اس بیع کو جبراً فسخ کر دے۔

اسی طرح فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"وکل شرط فاسد فهو یفسد البیع وکل بیع فاسد حرام واجب الفسخ علی کل من العاقدین فان لم یفسخا اثما جمیعا ویفسخ القاضی بالجبر"[۴۴]

ہر فاسد شرط بیع کو فاسد کر دیتی ہے اور ہر بیع فاسد حرام ہے جس کا فسخ کرنا بائع و مشتری دونوں پر لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کریں تو یہ گناہ ہوگا اور قاضی اس بیع کو جبراً فسخ کرائے گا۔

اسی طرح فاسد میں (ماسوا اس بیع کے جو بیع باطل کی بنا پر بیع فاسد قرار دی گئی ہو) خریدار

کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اگر مشتری نے فروخت شدہ شئے پر بائع کی اجازت سے قبضہ کر لیا ہو۔ خواہ یہ اجازت قولی ہو یا عملی۔ قولی سے مراد یہ کہ بائع نے یہ کہہ دیا ہو کہ جو مال آپ نے خریدا ہے وہ آپ لے جا سکتے ہیں اور عملی یہ کہ خریدار نے جہاں معاملہ طے کیا ہو وہاں سے اپنا مال اٹھا لیا ہو اور بائع نے منع نہ کیا ہو[45]

بیع فاسد میں تیسری یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر مشتری فروخت شدہ مال پر قابض ہو کر اس کا مالک ہو جائے تو اُسے مالکانہ حیثیت سے تصرف میں لا سکتا ہے۔ البتہ اس پر حق شفعہ نہیں ہوگا۔ اگر وہ چیز کھانے یا پہننے کے کام میں آتی ہو تو اُسے اپنے استعمال میں لانا حرام ہوگا[46]

اگر مبیع۔ بیع فاسد میں مشتری کے پاس ہلاک ہو گیا تو بائع کو اس کا ضمان ادا کرنا مشتری پر واجب ہوگا[47] جب کہ بیع باطل میں مشتری کی نہ ملک ثابت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی مبیع کی ہلاکت پر اس کے ذمہ ضمان ہوتا ہے کیونکہ مبیع بیع باطل میں مشتری کے پاس بطور امانت ہوتا ہے[48]

بیع فاسد کے اس شرعی حکم سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمیں باہم معاہدہ بیع کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ یہ بیع کسی وجہ سے بیع فاسد کی شکل تو اختیار نہیں کر رہی کیونکہ بیع فاسد شرعی طور پر گناہ ہے اور ہمیں اس سے بچنے کی حتی المقدور کوشش کرنی چاہیے۔

مصادر و مراجع

۱ ۔ ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ۱۳۰۰ بذیل مادہ "بیع"
۲ ۔ دارقطنی، سنن دارقطنی، دار المحاسن، قاہرہ، ۱۹۶۶ء،
(کتاب البیوع) ج ۳، ص ۱۱ ۔
۳ ۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، نور محمد، کراچی، (ت۔ن) ص ۶۷
۴ ۔ یوسف : ۲۰
۵ ۔ بطرس بستانی، محیط المحیط، تاریخ و مقام اشاعت نامعلوم، ج ۱، ص ۱۶۹ ۔
۶ ۔ عبداللہ بن قدامہ، المغنی مطبعۃ العاصمۃ، قاہرہ، مصر، ج ۳، ص ۵۰۱ ۔
۷ ۔ عبداللہ بن مسعود، شرح وقایہ، سعید کمپنی، کراچی، ج ۳ ص ۱۰
۸ ۔ عبداللہ بن احمد نسفی، کنز الدقائق، سعید کمپنی، کراچی، ص ۲۱۷
۹ ۔ علاء الدین حنفی، درمختار، ناشر قاضی ابراہیم، بمبئی (ت۔ن) ص ۵۴۹
۱۰ ۔ محمد حنیف گنگوہی، معدن الحقائق شرح کنز الدقائق، المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور، ج ۲، ص ۳۲
۱۱ ۔ ایضاً
۱۲ ۔ محمد حنیف گنگوہی، طلوع النیرین شرح ہدایہ آخرین، المکتبۃ الاشرفیہ، لاہور، ج ۱ ص ۷
۱۳ ۔ ایضاً و علاء الدین حنفی، درمختار، ص ۵۷۳
۱۴ ۔ احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۸۸ء، ج ۷، ص ۲۸
۱۵ ۔ طحاوی، شرح معانی الآثار، سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۷۰ء ج ص ۲۴۵

۱۶ - مرغینانی، ہدایہ، محمد علی کارخانہ کتب، کراچی، ۱۳۱۱ھ، ج ۳ ص ۵۳

۱۷ - ایضاً۔ ج ۳ ص ۵۸

۱۸ - بدرالدین عینی، عمدۃ القاری، داراحیاء تراث العربی، بیروت، ج ۲۱، ص ۱۳۳

۱۹ - ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، نور محمد کارخانہ، کراچی (کتاب اللباس، باب جلود المیتۃ اذا دبغت)
ص ۲۵۷

۲۰ - نسائی، سنن نسائی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، (کتاب الصرع والقیرہ باب یدبغ جلود المیتۃ)
ج ۲ ص ۱۹۱

۲۱ - امام بخاری الجامع الصحیح، نور محمد کراچی، ۱۳۵۱ھ (کتاب البیوع، باب جلود المیتۃ قبل ان
تدبغ، کتاب الذبائح والصید والتسمیہ، باب جلود المیتۃ ج ۲ ص ۲۹۶، ج ۲ ص ۸۳۰

۲۲ - ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح البخاری، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور۔
ج ۴ ص ۴۱۳، ج ۹، ص ۶۵۸۔
بدرالدین عینی، عمدۃ القاری، ج ۱۲، ص ۳۴، ج ۲۱، ص ۱۳۳

۲۳ - دارقطنی، سنن دارقطنی، (کتاب الطہارۃ باب الاباغ) ج ۱ ص ۴۸

۲۴ - امام مسلم، الجامع الصحیح، مطبعہ علمی دینی، ۱۳۴۸، (کتاب المساقاۃ والمزارعۃ،
باب تحریم ثمن الکلب، ج ۲ ص ۱۹

۲۵ - بدرالدین عینی، عمدۃ القاری، ج ۱۲ ص ۵۸ - عبدالرحمٰن الجزیری۔ کتاب الفقہ،
ترجمہ: منظور احمد عباسی، محکمہ اوقاف، لاہور - ۱۹۷۹ء، ج ۲ ص ۶۶۴، فتاویٰ عالمگیری،
نورانی کتب خانہ پشاور، ج ۴ ص ۱۱۴

۲۶ - عبیداللہ بن مسعود، شرح وقایہ، ج ۳، ص ۴۱

۲۷ - ابن ہمام، فتح القدیر، المکتبہ الرشیدیہ، کوئٹہ، (ت - ن) ج ۶ ص ۵۰

۲۸ - ابو یوسف، کتاب الخراج: ترجمہ نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور،
۱۹۶۶ء ص ۳۰۸

۲۹ - ابن ہمام، فتح القدیر، ج ۶ ص ۵۰

۳۰ ۔ ابو یوسف، کتاب الخراج ص ۳۰۸
۳۱ ۔ ایضاً
۳۲ ۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، (ابواب التجارات) ص ۱۵۸
۳۳ ۔ ایضاً، ابواب التجارات، باب النہی عن بیع مالیس عندک) ص ۱۵۸
۳۴ ۔ علاؤ الدین حنفی، درمختار ص ۴۷
۳۵ ۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، المکتبۃ الاثریہ، سانگلہ ہل (کتاب البیوع، باب فیمن باع بیعتین فی بیعۃ، حدیث نمبر ۳۳۱۷)
امام مالک، موطا، میر محمد کتاب خانہ، کراچی، (کتاب البیوع، باب النہی عن بیعتین فی بیعۃ) ص ۵۹۷
۳۶ ۔ اسماعیل بن یحییٰ مزنی، مختصر مزنی علی ہامش کتاب الام للشافعی ۔ مطبعۃ امیریہ۔ بولاق مصر، ۱۳۲۲ھ، ج ۱ ص ۲۰۴
۳۷ ۔ عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ، ج ۲ ص ۲۹۶ - ۲۹۵
۳۸ ۔ ابن رشد، بدایۃ المجتہد، مکتبہ مصطفیٰ البابی مصر، ۱۹۶۰ء، ج ۲ ص ۱۶۰
۳۹ ۔ مرغینانی ہدایہ، ج ۳ ص ۶۲
۴۰ ۔ امام بخاری ۔ الجامع الصحیح (کتاب الشروط، باب الشروط فی الولاء) ج ۱ ص ۳۷۷
امام بیہقی، السنن الکبریٰ، دار الفکر بیروت، (کتاب البیوع، باب الشرط الذی یفسد البیع ج ۵ ص ۳۳۶
۴۱ ۔ عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ، ج ۲ ص ۲۵۴ - ۲۵۶
۴۲ ۔ شمس الائمہ سرخسی، المبسوط، مطبعۃ السعادۃ، مصر (ت۔ن) ج ۱۳ ص ۱۵
۴۳ ۔ علاء الدین حنفی، درمختار ص ۵۸۱
۴۴ ۔ احمد رضا خاں، فتاویٰ رضویہ، ج ۷ ص ۳۵
۴۵ ۔ عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ، ج ۲ ص ۲۵۷، ہدایہ ج ۳ ص ۶۵
۴۶ ۔ فتاویٰ عالمگیری، ج ۳ ص ۱۳۸
۴۷ ۔ شمس الائمہ سرخسی، المبسوط، ج ۱۳ ص ۱۸
۴۸ ۔ علاء الدین حنفی، درمختار، ص ۴۷

الزام میں قید کی شرعی حیثیت

ریاض الحسن نوری، مشیر وفاقی شرعی عدالت

آجکل پولیس نے یہ رویہ اختیار کر لیا ہے کہ بغیر ثبوت کے اور بعض دفعہ وجہ بتلائے بغیر بھی لوگوں کو گرفتار کر لیتی ہے۔ بعض عدالتیں بغیر مدعی کے بھی ظن کی بنا پر لوگوں کو طلب کر لیتی ہیں۔ یہ بات قرآن و سنت کے منافی ہے۔ اس سلسلے میں ہم ابن حزم کے دلائل پیش کرتے ہیں! ابن حزم المحلی کی جلد ۱۱ میں مسئلہ ۲۱۶۸ کے تحت لکھتے ہیں:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تہمت کی بنا پر قید کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ ابراہیم بن خثیم کے طریقے سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت کی بنا پر احتیاط اور تفتیش کے لیے ایک دن و رات کے لیے نظر بند کیا۔ (یاد رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جیل یا قید خانہ نہیں تھا) اسی سلسلہ سند سے بز بن حکیم کے طریق پر روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت کی بنا پر کسی کو نظر بند کیا پھر چھوڑ دیا۔ پھر بز بن حکیم کے طریق پر یہ روایت بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت میں کسی کو نظر بند کیا تو اس کا ایک پڑوسی آیا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اسی حالت میں اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر دیا کہ میرے پڑوسی کو کس وجہ سے قید کیا گیا ہے؟ حضور علیہ الصلاۃ والسلام خاموش ہو گئے۔ وہ بحث کرتا رہا کیونکہ ثبوت کوئی نہ تھا۔ اس لیے اس کے پڑوسی کو رہا کرنے کا حکم دے دیا گیا اسی وقت۔

مزید عراک بن مالک کے طریق پر یہ لوگ یہ روایت بھی کرتے ہیں کہ بنی غفار قبیلہ کے دو شخص آئے اور مدینہ کے کنویں کے پاس ٹھہرے بمقام ضجنان کے۔ اسی جگہ غطفان قبیلہ کے